ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

اُردو سفر نامہ کی روایت

پروفیسر ڈاکٹر سید اظہر حسین شاہ
شعبہ اُردو گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر ایبٹ آباد

Abstract:

This research article provides an in-depth exploration of the origins and development of the Urdu travelogue. As evident from historical records, the first known travelogue was authored by Yusuf Khan Kambal. While travel books existed before him,still he holds a special place of prominence in this research. The article encompasses a comprehensive list of travelogues, capturing the evolving social dynamics, changing travel preferences, and advancements in travel-related facilities.

اُردو سفر نامہ نگاری کی تاریخ میں اب تک یوسف خان کمبل پوش کا سفر نامہ "عجائبات فرنگ" قدیم ترین سفر نامہ تسلیم کیا جاتا ہے جو کہ ۱۸۴۷ء میں پہلی بار دہلی سے طبع ہوا اس بارے میں ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "حقیقت حال یہ ہے یوسف خان کمبل پوش حیدر آبادی کا یہ سفر نامہ پہلی بار "تاریخ یوسفی" کے نام سے پنڈت دھرم نرائن کے زیر اہتمام مطبع العلوم مدرسۂ دہلی سے شائع ہوا تھا۔ "تاریخ یوسفی" کا سنہ طباعت ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء ہے کتاب کے سرورق پر کتاب کا نام "تاریخ یوسفی" سفر نامہ "انگلستان یوسف خان کمبل پوش" اور مصنف کا نام یوسف خان کمبل پوش حیدر آبادی ہے۔"(۱)

۲۹۷ صفحات پر مشتمل یہ سفر نامہ اپنے عہد کا شاہکار تھا۔ جو کہ اپنی تکنیک اور دلکش اسلوب کی بنا پر نہ صرف قارئین میں مقبول تھا بلکہ اُس کی روداد سفر کی خوبصورتی کو مد نظر رکھتے ہوئے کاروباری نقطہ نظر سے اس کا نام تبدیل کر کے بھی شائع کیا گیا۔ جس کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمبل پوش کی وفات کے بعد منشی نولکشور نے یہ سفر نامہ شائع کیا تو یہ عنوان "عجائبات فرنگ" اپنی جانب سے چسپا کر دیا اور اس کی وجہ سمجھنی دشوار نہیں تاریخ یوسفی سے موضوع کا انداز نہیں ہوتا جبکہ "عجائبات فرہنگ" قاری کے دل میں تجسس پیدا کرتا ہے۔ تاجرانہ لحاظ سے یہ نام زیادہ موزوں ہونے کی بنا پر منشی نولکشور نے اسے اپنا لیا اور پھر مصنف تو زندہ نہ تھا۔ پوچھتا کون۔"(۲)

جبکہ نام کی تبدیلی اور اشاعت کے حوالہ سے ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے بھی کچھ اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "منشی نولکشور نے ۱۸۷۳ء میں اس سفر نامے کا نام تبدیل کر کے عجائبات فرنگ کر دیا۔ مصنف کے نام کا ایک حصہ حذف کر کے صرف یوسف خان کمبل پوش رہنے دیا یہی صورت ۱۸۹۸ء کے نولکشوری ایڈیشن میں برقرار رکھی۔"(۳)

اس بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے اگر "عجائبات فرنگ" کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یوسف خان کمبل پوش ایک فطری سیاح تھا جو شاہ نصیر الدین حیدر کے دور میں صوبیدار کا عہد چھوڑ کر دُنیا کی سیاحت پر نکل کھڑا ہوا۔ حیدر آباد سے عظیم آباد، ڈھاکہ، مچھلی بندر، مندراج، گورکھپور، نیپال، اکبر آباد اور شاہ جہاں آباد سے لکھنؤ پہنچا اور پھر ۱۸۳۷ء میں جہاز میں سوار ہو کر انگلستان روانہ ہو گیا۔ اپنے سفر نامہ کے آغاز میں یوسف خان کمبل پوش لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"یکبار گی ۱۸۳۶ء میں دِل میر اطلب گار سیاحی جہاں بالخصوص ملک انگلستان کا ہوا۔ شاہ سلمان جاہ سے اظہار کر کے رخصت مانگی شاہ گر دوں بار گاہ نے بصد عنایت وانعام اجازت دی۔ عاجز تسلیمات بجالا یا اور راہی منزل مقصود ہوا۔ تھوڑے دنوں میں دارالامان کلکتہ پہنچا۔ پانچ چھ مہینے وہاں کی سیر کی بعد از جمعرات کے دن تیسویں تاریخ مارچ کے مہینے میں اٹھارہ سو سینتیس عیسویں جہاز میں سوار ہو کر بیت السلطنت انگلستان چلا۔"(۴)

یوسف خان کمبل پوش نے ایک آزاد منش سیاح کے روپ میں انگلستان کو دیکھا اور ڈائری کی تکنیک میں اپنے سفر کی روداد کو فنی چابکدستی سے لکھ کر خوب داد وصول کی۔ یہ سفر نامہ نہ صرف سفری مشاہدات وواقعات کا مرقع ہے بلکہ تخلیقی حیثیت سے بھی تمام اصناف ادب کے نکھرے نکھرے رنگ سفر نامہ میں موجود ہیں۔ کبھی داستان سفر کبھی افسانہ طرازی، کبھی کبھی ڈرامائی کیفیات اور بعض جگہ مکالماتی رنگ۔ سفر نامہ میں تمام مناظر زندہ اور متحرک روپ لیے ہوئے ہیں۔ الفاظ کی کبھی نشست وبر خاست سے احساس ہوتا ہے کہ بظاہر یوسف خان کمبل پوش ادیب نہ تھا پر ادبیت اُس کی روح میں رچی بسی تھی سفر نامہ کی فضا پر شاعرانہ کیفیت کے طاری ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ مناظر فطرت ہو کہ انسانی حسن کی سحر کاری مصنف نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے دلکش اور متحرک تصاویر پیش کیں۔ ایک جگہ وہ راستے میں ملنے والی مرہٹن کے سراپا کی نہایت خوبصورت انداز میں مدعاسرائی کرتے ہوئے اپنے احساسات وجذبات کے ساتھ قاری کے جذبات میں بھی ہیجان برپا کر دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"راہ میں ایک نوجوان مرہٹن پری زاد زعفرانی اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے ملی نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے ایک قیمتی گھوڑے پر سوار جاتی تھی۔

شعر:

جمالش چو در نیم روز آفتاب
کرشمہ کناں نرگس نیم خواب

عجیب حسن وجمال درخشاں رکھتی ہے۔ ادھر خورشید نے اُس کی طرف ٹکٹکی باندھی، چہرہ اُس کا درمیان بالوں عنبریں کے یوں چمکتا جیسے سورج کالی گھٹا سے نکلا زیور طلائی بالوں میں گندھا عجیب کیفیت دکھاتا، انداز اُس کا معشوقانہ تھا۔ دِل دیکھتے ہی لوٹ جاتا تھا۔ جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھتی فتنہ بپا کرتی فقیر جو ہی چار چشم ہوا آئینہ یہاں حیران ہو کر دیکھتا رہا۔"(۵)

یوسف خان کمبل پوش کے "عجائبات فرنگ" کی اولیت کو دیکھا جائے تو وہ سفر نامہ کی جدید تکنیک ہے۔ جو اُس نے استعمال کی۔ جذبات واحساسات کی آمیزش اور تخلیقی اسلوب کے ساتھ شہروں سے انسانوں سے مناظر فطرت سے بے تکلف ہوتا اور شہر انسان اپنے اسرار کھول کر اُس کے سامنے رکھ دیتے اور وہ اپنے بیان سے اُس میں چاشنی ورنگینی بھر دیتا۔ یہی وہ ہُنر ہے جس کی بناپر "عجائبات فرنگ" کو اُردو سفر نامہ نگاری میں اولیت کا تاج پہنایا جاتا ہے۔ حامد حسن قادری اس سفر نامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یوسف خان کا اسلوب انیسویں صدی کی نثر کا اچھا نمونہ ہے۔ اس میں پڑھے جانے کی عمدہ صلاحیت ہے۔ سفر نامے کے دلچسپ واقعات اور ذاتی تاثرات کے سب سے فسانہ وناول کا سالطف پیدا ہو گیا ہے اور کمبل پوش صاحب نے سفر اور سفر نامہ دونوں کا حق ادا کر دیا ہے۔"(۶)

یوسف خان کمبل پوش نے یہ سفر نامہ تقریباً پونے دوسو برس قبل لکھا۔ مگر "عجائبات فرنگ" میں واقعات ومشاہدات کے ذریعہ مغرب کے حوالہ سے جو انکشافات کیے گئے آج کا سفر نامہ نگار اتنی گہرائی اور باریکی بینی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یوسف خان کمبل پوش نے دیار فرنگ کے باغوں، بازاروں، گورستانوں، کتاب خانوں،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ناچ گھروں اور جلوسوں کی دلکش اور متحرک تصاویر پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے وہاں کے پاگل خانے، نابینا اور ناجائز بچوں کے سکول اور تھیڑوں کا چشم دید حال بھی لکھا ہے۔ اپنے سفر نامہ میں وہ بیک وقت ایک تماشہ بنی، بلند نظر ادیب اور ایک ہمدرد انسان نظر آتے ہیں۔ یوسف خان کمبل پوش بحیثیت ایک معاشرتی نقاد تجزیہ، تقابل اور موازنہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ ایک جگہ وہ ناجائز اور نابینا بچوں کے سکول کی سیر کے دوران ہندوستانی اور انگلستان کا معاشرتی اقدار کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک اسکول اور ہے اُوس میں اندھے لڑکے رہتے ہیں روٹی کپڑا سرکار سے پاتے ہیں پادری اشارے سے اُن کو تعلیم کرتے ہیں۔ بندگی عبادت خوب سکھاتے ہیں۔ ایک اسکول اور ہے جو لڑکا چھنال رنڈیوں کا یا حرامی پیدا ہوئے وہ اوس لڑکے کو وہاں ڈال جاوے۔ سرکار سے پرورش اُس کی ہوتی ہے۔ جب سن شعور کی نوبت پہنچتی ہے، پڑھایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اوس سے فراغت پاتا ہے بعد اس کے کسی عہدے میں نوکر بادشاہی ہوتا ہے۔ اب صاحبان عقل غور کریں کہ ان باتوں میں کیا کیا فائدے ہیں۔ جہاں کہیں ہر مقدمہ میں ایسا انتظام ملحوظ خاطر ہو کیوں کر کسی امر میں خلل اور فساد ظاہر ہو۔ ایسے لوگ جہاں پر کس طرح مسلط اور قادر نہ ہوں۔ ہندوستان میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا ہے۔ بادشاہ فکر رعایا ہے، کوئی اوس کو نہ سمجھاوے کہ راہ راست پر آوے۔ اگر کوئی لڑکا یتیم ہوتا ہے۔ کوئی شخص نہ اوس کو روٹی کپڑا دیتا ہے نہ پڑھاتا ہے۔ ان صورتوں میں خاک انتظام ہو، امور ملکی کا کیا سرانجام ہو۔ صاحبان انگریزوں کی عقل پر آفریں اور مرحبا کہ کیا اچھی باتوں کا رواج دیا۔ اپنی قوم سے کسی لڑکے کو بے علم و ہنر نہیں رکھتے ہیں۔ ہر ایک کے لیے ایک طرز جدا معاش کا مقرر کرتے ہیں۔ غرض یہ سب اُمور لندن کے جو بندے نے لکھا بہت خوب اور مستحسن دیکھا۔"(۷)

یوسف خان کمبل پوش کچھ زیادہ پڑھا لکھا انسان نہیں تھا تاہم اُس نے اپنی روداد سفر میں جو طرز تحریر اختیار کی وسادہ و سلیس بھی ہے۔ مقفیٰ و مسجع بھی ہے اور اُس میں روز مرہ محاورے کے ساتھ ضرب الامثال کو بھی خوبی سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنا مافی الضمیر عمدہ طریقہ سے قاری تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے تھے اور شاید اسلوب کی جدت اور چاشنی ہی کا نتیجہ ہے کہ آج تک زبان و بیان کی تازگی کے ساتھ اس سفر نامہ کو اولیت کا حقدار ٹھہرایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید اس سفر نامہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"اس سفر نامے سے پہلے تاحال کوئی ایسا سفر نامہ دریافت نہیں ہوا جس میں روداد سفر اُردو میں لکھی گئی ہو اور سفر بھی مصنف نے خود اختیار کیا ہو۔ چنانچہ یوسف خان کمبل پوش کے سفر نامے "عجائب فرنگ" کو جس کا عنوان تاریخ یوسفی بھی ہے۔ بجا طور پر اُردو کا پہلا سفر نامہ تسلیم کیا جاتا ہے۔"(۸)

یوسف خان کمبل پوش کا سفر نامہ اُردو سفر نامہ کی روایت میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کے ذکر کے بغیر یہ روایت آگے جا ہی نہیں سکتی۔ اس سفر نامہ نے جدید اُردو سفر نامہ نگاری کو وہ مضبوط بنیاد فراہم کی جس پر آگے چل کر آج نہ صرف صنف سفر نامہ نگاری نے اپنے آپ کو ادبی صنف کے طور پر سند فراہم کی بلکہ آج سفر ناموں میں اسلوب اور تکنیک کی جتنی بھی جدت پیدا ہوئی اسی سفر نامہ کی مرہون منت ہے۔ اسی تناظر میں ہم اُردو سفر نامہ نگاری کو کافی زمانہ ارتقا کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ ایک اجمالی کیفیت میں اُردو سفر نامہ کی روایت کو سمجھا جا سکے۔

اُردو سفر نامہ کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی ہوا۔ یہ زمانہ ہندوستان میں اصلاحات اور یورپی ممالک میں سائنسی ایجادات کا زمانہ تھا۔ اس وجہ سے اُردو سفر ناموں میں موضوعات کی سطح پر اہم تبدیلی نظر آتی ہے۔ اس عہد میں ہندوستان سے تعلق رکھنے والے سیاحوں کے پیش نظر یورپ کی سیاحت کے دوران وہاں کی تہذیبی و سماجی ترقی کے ساتھ ساتھ وہاں کی معاشی اور تعلیمی ترقی کا احوال بھی تھا۔ جس کو اُنہوں نے قارئین تک پہنچایا۔ یہاں اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ یہ تبدیلی ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد اُس وقت شروع ہوئی جب سرسید احمد خان نے علی گڑھ تحریک کا آغاز کیا اور مسلمانوں کو جدید تعلیم سے روشناس کرانے کی

ذمہ داری اُٹھائی۔ ہم اگر سر سید کے عہد پر نظر ڈالیں تو اس عہد میں بھی ایک ایسا سفر نامہ اپنے جدید اسلوب نگارش کی صورت میں موجود تھا۔ جو کہ یوسف خان کمبل پوش نے "عجائبات فرنگ" یا "تاریخ یوسفی" کے عنوان سے لکھا تھا جس کو دہلی کالج کے پریس مطبع العلوم نے ۱۸۴۷ء میں چھاپہ تھا۔ یہ یوسف خان کمبل پوش کے ہندوستان اور انگلستان کے سفر کی کہانی ہے جس میں نجی کوائف سے زیادہ پیش نظر معاشرے کے حقیقی خدوخال کو اُجاگر کیا گیا ہے اور وہاں کی روز مرہ زندگی کو موضوع سخن بنایا گیا جس کی وجہ سے ہمارے تحقیق شناس اس کو اُردو کا پہلا باقاعدہ سفر نامہ ہونے کی سند عطا کرتے ہیں۔ بہر حال اس سے پہلے بھی بہت سے سفر نامے لکھے گئے جن کو سفر ناموں کا درجہ تو دیا جاتا ہے مگر اُن میں "عجائبات فرنگ" والی کیفیت کے آثار نظر نہیں آتے۔ ان میں نواب کریم خاں کا "سیاحت نامہ" ۱۸۳۹ء جو کہ "ڈائری" کی طرز پر لکھا گیا ہے۔ نواب کریم خان بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے سفیر کی حیثیت سے لندن میں مقدمہ کی پیروی کے لیے گئے اور روز مرہ کے معمولات کو سفر نامہ کی صورت میں شکل دے کر قارئین تک پہنچایا۔ "سیاحت نامہ" کا قلمی نسخہ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے دریافت کیا جو کہ سادہ اور سلیس نثر میں قاری کو بہت سی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سید فدا حسین شاہ کا سفر نامہ "تاریخ افغانستان" ۱۸۵۶ء بھی اہمیت کا حامل ہے سید فدا حسین شاہ انگریزی فوج میں جمعدار کے عہد پر فائز تھے انگریزوں نے جب کابل کا محاصرہ کیا تو وہ اُن کی ہمراہی میں وہاں گئے اور اس دوران میرٹھ سے غزنی اور واپسی کے سفر کی روداد "روزنامچہ" کی شکل میں لکھی۔ مرزا ابو طالب کا "سفر فرنگ" ۱۸۵۶ء۔ مولوی مسیح الدین علوی کا سفر نامہ "سفیر اودھ" ۱۸۶۳ء جو کہ "سوانح عمری" کی طرز پر لکھا گیا سفر نامہ ہے۔ جب نواب واجد علی شاہ کو حکومت اودھ سے معزول کیا گیا تو اُنھوں نے اپنی والدہ، بھائی اور اپنے ولی عہد کو دادرسی کے لیے انگلستان روانہ کیا تو مولوی مسیح الدین کو اُن کے ہمراہ اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا جو کہ سات سال تک وہاں مقیم رہے ہیں۔ اسی دورانیہ کے واقعات خاص طور پر نجی زندگی کے کوائف کو قلم بند کر کے سفر نامہ تحریر کیا ہے۔ سر سید احمد خان سفر نامہ "مسافران لندن" ۱۸۶۹ء ایک علمی و تحقیقی سفر نامہ ہے۔ انگریزی حکومت کی طرف سے اُن کے فرزند سید محمود کو وظیفہ عنایت کیا گیا تو سر سید احمد خان بھی اُن کے ہمراہ لندن روانہ ہوئے جہاں آپ کے پیش نظر وہاں کا تعلیمی نظام اُصول تدریس اور معاشرے و تہذیب کے علاوہ ایسے ماخذات تلاش کرنے تھے جس کو سامنے رکھ آپ سر ولیم میور کی دِل آزار کتاب "لائف آف محمد" کا مدلل انداز میں جواب لکھ سکیں۔ چنانچہ قیام لندن کے دوران آپ اپنے مشاہدات و تجربات کو "خطوط کی تکنیک" میں علی گڑھ سائنٹفک سوسائٹی کے رسالہ "تہذیب الاخلاق" میں قسط وار شائع کراتے رہے۔ یہ سفر بنیادی طور پر تعلیمی مقاصد کے حصول کے لیے کیا گیا تھا۔ سر سید احمد خان کا دوسرا سفر نامہ "سفر نامہ پنجاب" ۱۸۸۴ء ہے جو کہ علی گڑھ کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم کے دوران لدھیانہ، جالندھر، امرتسر، گورداس پور اور پٹیالہ کے سفر کی کہانی ہے۔ بنیادی حیثیت میں یہ ایک "رپورتاژ" ہے۔ ہنری پامیر کا سفر نامہ "سفر نامہ پامیر" اودھ اخبار میں لکھنؤ سے قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔ جو کہ کسی بھی مستشرق کا پہلا اُردو سفر نامہ ہے جو اُردو زبان میں لکھا گیا تھا۔ مولانا جعفر تھانیسری کا سفر نامہ "کالا پانی" ۱۸۷۹ء جب سید احمد شہید بریلوی کی تحریک کے اس مجاہد کو انگریز حکومت نے اپنے لیے خطرناک تصور کیا تو مقدمات کے ذریعہ پہلے پھانسی اور پھر قید کی سزا سنا کر جزائر انڈیمان میں سترہ سال دس ماہ تک رکھا۔ وہاں سے آپ آزادی کے بعد ۱۱ دسمبر ۱۸۸۳ء کو واپس پانی پت آئے تو "فلیش بیک تکنیک" کو بروئے کار لاتے ہوئے ماضی کے دریچوں کو حال میں کھول کر اپنے تجربات و مشاہدات کو لکھا اور خوب لکھا۔ ڈاکٹر انور سدید اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "مولانا جعفر اس سفر نامہ میں جس نئی سرزمین سے متعارف ہوئے اس کی جڑوں کو دِل میں اتارنے کے لیے اس دھرتی کے باسی بن گئے۔ وہاں شادی کی اولاد سے سرفراز ہوئے اور جب ہندوستان کی مٹی اور وطن کا جادو جاگا تو واپس آگئے۔ انہوں نے ماضی کو یاد کے آئینے میں مرتب کیا اور ایک سفر نامہ لکھا۔ جس کے مشاہد میں اُن کے محسوسات بھی شامل تھے۔ واضح رہے کہ "کالا پانی" ایک سیاسی قیدی کا سفر نامہ ہے۔"(۹)

نثار علی بیگ کا "سفر نامہ یورپ"، "روزنامچہ" کی تکنیک میں لکھا گیا ہے جو کہ ایک سرکاری مسافر کی روداد سفر ہے۔ جو کہ عہد سر سید میں لکھا گیا ہے اور اپنی تاریخی حیثیت کی وجہ سے اہمیت رکھتا ہے۔ محمد حسین آزاد کا سفر نامہ "سیر ایران" ۱۸۸۵ء "روزنامچہ" کی شکل ایران کی سات ماہ کی سیاحت کی داستان ہے۔ ڈاکٹر انور سدید اس سفر نامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"سیر ایران میں آزاد نے اُس ماضی کی بازیافت کی ہے جو اُن کے دل پر کندہ ہو چکا تھا۔ جب وہ شہروں اور قصبوں کو ویران دیکھتے تو اُن پر افسردگی طاری ہو جاتی لیکن جلد ہی راکھ کے ڈھیر سے کسی بڑے مصنف کی شبیہ برآمد ہوتی اور آزاد اُن کی نشانیوں کو یاد کرتے۔"(۱۰)

سیر ایران محمد حسین آزاد کے تخلیقی اسلوب کا شاہکار ہے۔ نواب محمد عمر خان کے سفرنامے "سفرنامہ فرنگ" ۱۸۸۸ء لندن، پیرس، اٹلی، سوئٹزرلینڈ اور ترکی کے حوالہ سے لکھا گیا سفرنامہ ہے جبکہ "زاد سفر" اندرون ملک کے مختلف شہروں کلکتہ، لکھنؤ، حیدرآباد اور لاہور کا سفرنامہ ہے۔ سفرنامہ "زاد غریب" عرب، عراق، عجم اور مصروشام "سفرنامہ رئیس" سری لنکا "نیرنگ رنگون" برما "نیرنگ چین" چین کا سفر "فرہنگ فرنگ معہ آہنگ فرنگ" ماسکو، بوڈاپسٹ، بلغراد، بلجیء، جرمنی اور یورپ کے مختلف حصوں کے اسفار پر مشتمل ہے اور "قند مغربی" اُندلس کا سفرنامہ ہے۔ یہ تمام سفرنامے اجمالی اور معلوم افزاہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کا سفرنامہ "روم مصروشام" ۱۸۹۴ء یہ ایک مقصدی سفرنامہ ہے جس میں شبلی نعمانی ان خطوں سے ایسا مواد تلاش کرنے گئے جو کہ "ہیروز آف اسلام" کے بارے میں لکھنے میں مدد فراہم کر سکے۔ ڈاکٹر انور سدید اس سفرنامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شبلی چونکہ فاضل تاریخ تھے اس لیے اُنہوں نے اس سفرنامے میں تاریخ نگاری کا فریضہ اپنی صلاحیت کے مطابق اور احساس ذمہ داری سے ادا کیا ہے۔ انہوں نے تاریخ کو سفرنامے کی بنت میں اس طور شامل کیا ہے کہ یہ سفرنامے کا جزو لاینفک بن گئی ہے۔ چنانچہ سفرنامہ مصروشام وروم کی جزوبندی میں تاریخ وقت کے تسلسل کو قائم رکھتی ہے اور زمانہ حال کو زمانہ ماضی کے ساتھ پیوست کر دیتی ہے۔"(۱۱)

شبلی نعمانی سفرنامہ کے فن سے آگہی کے پیش نظر مصدقہ معلومات ہی کو سفرنامہ کا حصہ بناتے ہوئے سادہ اسلوب میں بہت سی معلومات قاری کو دے گئے۔ نواب حامد علی خان کا سفرنامہ "سیر حامدی" ۱۸۹۶ء نواب حامد علی خان سر آکلینڈ کلون لیفٹینٹ گورنر ممالک مغربی وشالی کی دعوت پر سیاحت کے لیے روانہ ہوئے اور امریکہ، انگلستان، جاپان، ہوائی اور مصر وغیرہ کی سیر کر کے واپس وطن لوٹے اور روداد سفر رقم کی جو کہ "ڈائری" کی صورت میں ہے۔ ڈاکٹر شاہ علی سبزواری کا سفرنامہ "خوفناک دُنیا" ۱۸۹۹ء یہ سفرنامہ ہاتھی دانت کی تجارت کی غرض سے براعظم افریقہ کے سفر کی سیر پر مشتمل ہے جس میں وہ افریقہ محفوظ ہے جو کہ جدید تہذیب کی روشنی سے منور نہیں ہوا تھا۔ بابو اماشنکر کا سفرنامہ "آئینہ سکندری" ۱۸۸۶ء یہ سفر یورپ کی یادگار ہے اور طور پر ایک ہندو سیاح کے قلم کا کمال ہے خاص طور پر اُس عہد کی نشانی ہے جب ہندوؤں میں بیرون ملک سفر پر جانا اچھا تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ مولوی عبدالخالق کا سفرنامہ "سیر برہما" س ن یہ سفرنامہ برہما کے مذہبی عقائد اور رسم ورواج کے حوالہ سے ایک دلکش تحریر ہے۔ لالہ بیج ناتھ کا سفرنامہ "انگلینڈ اور انڈیا" ۱۸۹۷ء یہ سفرنامہ پہلے انگریزی زبان میں لکھا گیا بعد میں اُردو میں شائع کیا گیا۔ فرانس، اٹلی، سوئزرلینڈ اور سیلون کے حوالہ سے ایک پڑھے لکھے ہندوستانی لالہ بیج ناتھ ایڈیشنل جج سہارن پور کے ذاتی تاثرات واحساسات کی سفری روداد ہے۔ اس دور کے سفرناموں میں جہاں نئی دنیاؤں کی سیر کا شوق تھا وہیں پر اپنے انگریز حاکموں کی طرز معاشرت اور سماجی رویوں کا مطالعہ بھی وجہ اسفار بنا تاکہ وہ اسرار تلاش کیے جائے جن کی وجہ سے ہزاروں میل کی مسافت پر بیٹھ کر دانائی اور حکمت سے حکمرانی کرنے والے حاکموں کی فہم وفراست کو جانچا جا سکے۔ اس کے ساتھ شبلی نعمانی جیسے سیاحوں نے اپنے اسلاف کی عظمت کے راز تلاش کر کے مایوس مسلمان قوم کو پھر سے حیات نو عطا کی۔ تاہم اس عہد کے سفرناموں کو ہم جدید سفرنامہ نگاری کی طرف ارتقا کی ایک منزل تو کہہ سکتے ہیں پر اس میں اُس طرز کے سفرنامے نایاب ہیں جو کہ آزاد منش سیاحوں کی آزاد تحریر کا مرقعہ ہوں۔ بہرحال سفرنامہ انیسویں صدی سے ارتقا کے مراحل سے گزر کر جب بیسویں صدی میں قدم رکھتا ہے تو اُس میں "پیسہ اخبار" کے مدیر منشی محبوب عالم کا سفرنامہ "سفرنامہ یورپ" ۱۹۰۰ء اُنہوں جن ممالک کی سیر کی اُن کو ایک سیاح، صحافی اور سیاست دان کی نظر سے دیکھا اور پیش کیا ہے۔ منشی محبوب عالم کا دوسرا سفرنامہ "سفرنامہ بغداد" ۱۹۱۷ء بلاد مصر، روم اور شام کی سیاحت پر مشتمل ہے۔ اپنے سفرناموں میں منشی محبوب عالم نے پیش منظر کے معاشرے کے ہر اُس پہلو کو نمایاں کر کے لکھا ہے جو کہ اخبار کے قاری کے لیے باعث دلچسپی ہو سکتے ہیں۔ "رسالہ مخزن" کے مدیر شیخ عبدالقادر کا سفرنامہ "مقام خلافت" س ن اور "سیاحت نامۂ یورپ" ترکی اور مغربی ممالک کی سفری روداد ہے۔ یہ سفرنامے "روزنامچہ" اور "مکتوب نگاری" کی تکنیک میں لکھے گئے ہیں۔ جبکہ ان میں مقالہ نگاری اور ادبی تنقید کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ خواجہ غلام الثقلین نقوی کا "روزنامۂ سیاحت" ۱۹۱۲ء روس قسطنطنیہ، شام، عراق، ایران اور عرب کے سفر پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر انوسدید اس سفرنامہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"خواجہ غلام الثقلین کے ہاں تاریخ کو معاشرتی پس منظر میں پڑھنے اور جغرافیہ کو موجود تناظر میں دیکھنے کا انداز نمایاں ہے۔"(۱۲)

اس سفر نامے میں فلیش بیک کے ساتھ مرقع کشی کے بہترین نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ قاضی عبد الغفار کا سفر نامہ "نقش فرنگ" ۱۹۲۱ء برطانوی سفر کی روداد ہے۔ جو کہ رومانوی اسلوب کا حامل سفر نامہ ہے۔ خواجہ حسن نظامی کا سفر نامہ "مصر و فلسطین وشام وحجاز" ۱۹۱۱ء "سفر نامہ افغانستان" ۱۹۳۲ء اور "سفر نامہ ہندوستان" بہترین انشاپردازی کے نمونے ہیں "روزنامچہ" کی شکل میں لکھے گئے اِن اسفار میں بہترین مرقع کشی اور فلیش بیک کے نمونے نظر آتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی جب اہرام مصر کی سیر کے دوران پیش منظر میں موجود فرعون کے مقبرے پر نظر پڑی تو اُن کو اُس کی موجودہ حالت کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کا زمانہ یاد آ گیا لکھتے ہیں:

"فرعون کو دیکھئے۔ آنکھیں بند کیے پاؤں پھیلائیں بے خبر پڑا ہے چہرے کا خرانٹ پتا جوں کا توں موجود ہے۔۔۔ آج دیکھیے بے کسی اور بے بسی کے عالم میں پچھڑے ہوئے پہلوان کی طرح چاروں شانے چت پڑا ہے۔۔۔ فرعون کے ہونٹوں کو بار بار دیکھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ یہی حضرت موسیٰؑ کے سامنے بولنے کی حرکت کرتے تھے۔"(۱۳)

مرقع کشی اور فلیش بیک کے ساتھ رواں اسلوب نے خواجہ حسن نظامی کے سفر ناموں میں جدید رنگ وآہنگ پیدا کیا۔ سید سلمان ندوی کا سفر نامہ "سیر افغانستان" ۱۹۳۳ء کابل کے بادشاہ کی دعوت پر اختیار کیے گئے سفر کی روداد ہے۔ خواجہ امجد عباس کا سفر نامہ "مسافر کی ڈائری" ۱۹۴۰ء کولمبو، ہانگ کانگ، ٹوکیو، کناڈا، نیویارک، برطانیہ، فرانس، ترکی اور ایران وغیرہ کی سفری داستان ہے۔ آغا محمد کا "لندن سے آداب عرض" ۱۹۴۴ء بی بی سی سے پیش کیے گئے۔ پروگراموں پر مشتمل سفر نامہ ہے۔ یہ تو زیادہ تر اُن اسفار کی تاریخی روایت ہے جو جنگ عظیم سے پہلے یا کچھ بعد کے ہیں تاہم جنگ عظیم شروع ہوئی تو اُس دور میں امریکہ ویورپ کے سفر ناموں کی بہتات میں کمی آئی۔ اس دور میں بہت سے ایسے سفر نامے نظر آتے ہیں جو حجاز مقدس اور مغربی ایشیائی ممالک اور جو سرزمین پاک وہند کے اسفار پر مشتمل ہے۔ تقسیم ہندوستان کے بعد ضیاء بدایونی کا "دیار نبی ﷺ" ۱۹۴۸ء خواجہ حسن نظامی کا سفر نامہ "سفر پاکستان" ۱۹۴۹ء جگن ناتھ آزاد کا "جنوبی ہند میں دو ہفتے" ۱۹۵۰ء سلطانہ فیضی کا "عروس نیل" ۱۹۵۱ء اور ابراہیم جلیس کا سفر نامہ "نئی دیوار چین" ۱۹۵۱ء جو چین کی آزادی کی پہلی سالگرہ پر حکومت چین کی دعوت پر براستہ بنگلہ دیش، بھارت، برما اور ہانگ کانگ چین گئے۔ یہ ایک شاہکار سفر نامہ جس میں ماضی وحال کے چین کی معاشرتی اور سیاسی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ چین کے اسفار کے حوالہ سے کسی بھی پاکستان سیاح کا اُردو کا یہ پہلا سفر نامہ ہے۔ اس کے علاوہ "بنگال میں اجنبی" ۱۹۶۱ء بھی ابراہیم جلیس کا خوبصورت سفر نامہ ہے جو بنگلہ دیش کے حوالہ سے صدر پاکستان ایوب خان کی طرف سے اُٹھائے گئے انقلابی ترقیاتی اقدامات کا جائزہ لینے کے لیے صحافیوں اور ادیبوں کی ہمراہی میں کیا گیا سفر ہے اگر اُردو سفر نامہ نگاری کے دورِ زریں کی بات کی جائے تو یہ دور ۱۹۵۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے سفر نامہ ایک مضبوط ادبی روایت کی بنیاد پر کھڑا ہو چکا تھا۔ دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ اس عہد میں پیشہ ور سیاحوں کے ساتھ ساتھ اُردو کے بلند پایہ ادیبوں اور نقادوں نے بھی اس صنف ادب کو اپنا لیا تھا۔

اس دور کے سفر ناموں میں سید عابد حسین کا سفر نامہ "رہ نورد شوق" ۱۹۵۳ء عراق اور شام سے لکھے گئے خطوط پر مشتمل سفر نامہ ہے۔ اُردو ادب کے معروف ادیب و نقاد سید احتشام حسین کا "ساحل و سمندر" ۱۹۵۴ء ڈائری کی انداز میں امریکا، پیرس اور لندن کی سفری روداد ہے۔ ممتاز مفتی کا سفر نامہ "لبیک" ۱۹۶۸ء روداد حج کا سفر کیا۔ اپنی فلیش بیک تکنیک کے حوالہ سے یہ سفر نامہ اُردو ادب میں منفرد مقام کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ ممتاز مفتی کا دوسرا سفر نامہ "ہندیاترا" ۱۹۸۲ء جو ہندوستان کے مزارات کی سیر اور ہومیو پیتھی کی ادویات کے حصول کے لیے کیا گیا۔ ماضی وحال کی متحرک فلم کی صورت میں قاری کو بہت کچھ دیتا ہے۔ محمود نظامی کا "نظر نامہ" ۱۹۵۹ء روس، مصر، پیرس، لندن اور میکسیکو کے سفر کی روداد ہے۔ اُردو سفر نامہ نگاری میں اس سفر نامے کا منفرد مقام ہے۔ خاص طور پر فلیش بیک تکنیک کو محمود نظامی نے خوبصورتی سے بروئے کار لایا ہے۔ اختر ریاض الدین کا سفر نامہ "سات سمندر پار" ۱۹۶۳ء اور "دھنک پر قدم" تخلیقی نثر کے اعلیٰ نمونے جہاں ایک عورت جاپان، ہوائی اور یورپ کو ایک صنف نازک کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بھی ہر منظر کو آنکھ اور دِل کے کیمرے میں محفوظ کر کے قاری تک پہنچاتی ہے۔ اُردو ادب میں سفر نامہ نگاری کے حوالہ سے بلند مقام حاصل کرنے والے ادیب، صحافی اور سفر نامہ نگار مستنصر حسین تارڑ نے اُردو ادب کو صنف سفر نامہ نگاری میں گراں قدر سرمایہ بخشا ہے مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامے "نکلے تیری تلاش میں" ۱۹۷۲ء اور "اندلس میں اجنبی" ۱۹۷۲ء نے ایسے تہلکہ مچایا کہ پھر تواتر کے ساتھ دُنیا کے مختلف

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

خطوں کے اسفار کے ساتھ اندرون پاکستان خاص کر گلگت وہنزہ کے شمالی علاقہ جات کے ساتھ چترال وغیرہ کے حوالہ سے مستنصر حسین تارڑ کے بہت سے سفرنامے آج مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ آپ نے سفرنامہ نگاری کو جدید رنگ عطا کیا اور اپنے اولین دونوں سفرناموں میں فلیش بیک کے ساتھ حال کو ماضی سے جوڑنے کی بہترین کوشش کی۔ جمیل الدین عالی کے سفرنامے ''دُنیا مرے آگے'' ۱۹۷۵ء اور ''تماشہ مرے آگے'' ۱۹۷۵ء اور ''آئس لینڈ'' ۲۰۰۱ء یورپ، ایشیا اور امریکہ کے حوالہ سے شاہکار سفرنامہ ہیں جن میں ایک ادیب اور سیاح باہم گلے ملتے نظر آتے ہیں۔ یہ سفرنامے اُردو ادب کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ مختار مسعود کا سفرنامہ ''سفر نصیب'' ۱۹۸۱ء اندرون ملک کے حوالہ سے ایک منفرد سفرنامہ جس میں سفرنامہ نگار حال کے مناظر کے ساتھ فلیش بیک کے ذریعہ ماضی کے بہت سے واقعات ومشاہدات کے ساتھ تاریخ کے پوشیدہ گوشوں کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ اشفاق احمد کا سفرنامہ ''سفر در سفر'' ۱۹۸۱ء وادی کاغان کے نظاروں کے ساتھ سفرنامہ نگار کی شخصیت کا لاجواب مرقع ہے۔ وادی کاغان کے حوالہ سے قدیم سفرناموں میں خالد اختر کا سفرنامہ ''دو سفر'' ۱۹۸۴ء بھی اہمیت کا حامل سفرنامہ ہے۔ جس میں کاغان اور وادی سوات کی روداد سفر بیان کی گئی ہے۔ سلمیٰ اعوان کے سفرنامے ''یہ میرا بلتستان'' ۱۹۸۸ء ''میرا گلگتو ہنزہ'' ۱۹۹۵ء ''سندر چترال'' ۲۰۰۴ء اور اب ''سیلون کے ساحل'' ۲۰۱۶ء خطے کی تہذیب وثقافت کے حوالہ سے تاریخی سفرنامے ہیں۔ سلمیٰ اعوان بھی اپنے سفرناموں میں فلیش بیک کا استعمال خوبصورتی سے کرتی ہیں۔ امجد اسلام امجد کا سفرنامہ ''شہر در شہر'' ۱۹۸۸ء متنوع اسفار پر مشتمل ہے جو کہ شاعرانہ اسلوب کی چاشنی سے بھرپور سفرنامے ہیں۔ عطاء الحق قاسمی کا سفرنامہ ''شوق آوارگی'' ۱۹۹۰ء ''گوروں کے دیس میں'' ۱۹۹۲ء اور ''دِلی دور است'' ۱۹۹۵ء اسلوب کی شوخی اور احساس کی پیش کش ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مزاح نگاروں نے سفرنامے لکھے ہیں جن میں ابن انشاء کا سفرنامہ ''چلتے ہو تو چین کو چلئے'' ۱۹۶۷ء ''دُنیا گول ہے'' ۱۹۷۲ء ''ابن بطوطہ کے تعاقب میں'' ۱۹۷۴ء ''آوارہ گرد کی ڈائری'' ۱۹۷۱ء شفیق الرحمن کا سفرنامہ ''دجلہ'' ۱۹۸۰ء کرنل محمد خاں کے سفرنامے ''بجنگ آمد'' ۱۹۶۶ء اور ''بسلامت روی'' ۱۹۷۵ء وغیرہ آج سفرنامہ نگاری ناول، افسانہ اور ڈرامے سے زیادہ پڑھی جانے والی صنف سخن ہے یہی وجہ ہے بہت سے سفرنامہ نگار منظر پر آچکے ہیں خاص طور پر یہاں رضا علی عابدی کے سفرناموں کتب خانہ ''۱۹۸۵ء ''جرنیلی سڑک'' ۱۹۹۴ء ''جہازی بھائی'' ۱۹۹۶ء ''شیر دریا'' ۱۹۹۴ء ''ریل کہانی'' ۱۹۹۹ء کا اکثر تذکرہ نہ کیا جائے تو صنف سفرنامہ نگاری کی تاریخ ادھوری رہ جائے گی۔ یہ سفرنامے اپنے اندر ہندوستان وپاکستان کے مختلف خطوں کے حال وماضی کی دلکش داستان لیے ہوئے ہیں جس کو فلیش بیک تکنیک کے ذریعہ سفرنامہ نگار نے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ محمد اختر ممونکا کے سفرنامے ''پیرس ۲۰۵ کلومیٹر'' ۱۹۸۲ء اور ''سفر تین درویشو کا'' ۱۹۹۲ء بھی اعلیٰ درجہ کے سفرنامے ہیں۔ ڈاکٹر صابر آفاقی کا سفرنامہ ''کثرت نظارہ''۱۹۹۶ء وسطی ایشیا کے اسفار پر مشتمل خوبصورت سفرنامہ ہے۔ اگرچہ اُردو سفرنامہ کی روایت کو تقویت دینے کے لیے بہت سے سفرنامہ نگاروں نے سفرنامے لکھے مگر اس تحقیقی مقالہ میں اُن سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ بہرحال ایک اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اُردو سفرنامے کی مختصر تاریخ، ص ۳۱

۲۔ بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو کا پہلا سفرنامہ، عجائبات فرنگ، مشمولہ سہ ماہی الزبیر سفرنامہ نمبر، ص ۱۳۴

۳۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر اُردو سفرنامہ کی مختصر تاریخ، ص ۳۱

۴۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب میں سفرنامہ، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور س ن، ص ۱۱۳

۵۔ بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو کا پہلا سفرنامہ، ص ۱۳۷

۶۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اُردو، کراچی ۱۹۶۲ء، ص ۳۶۹

۷۔ یوسف خان کمبل پوش، تاریخ یوسفی، مرتبہ اکرم چغتائی سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۶۲

۸۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو میں سفرنامہ، ص ۱۱۸

۹۔ ایضاً، ص ۱۳۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۵۵

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۶۳۔۱۶۴

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۰۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۱۱